مکالمۃ الصدرین

یعنے

وہ تاریخی معرکتہ الآرا مکالمہ جو حضرت علامہ شبیر احمد صاحب

عثمانی صدر آل انڈیا جمعیتہ العلمائے اسلام

اور

حضرت مولینا حسین احمد صاحب مدنی صدر

جمعیتہ العلمائے ہند و دیگر اکابر جمعیتہ العلمائے ہند

کے درمیان یکم محرم ۱۳۶۵ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو

بمقام دیوبند ہوا

ہاشمی بک ڈپو - لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکالمۃ الصدرین

یعنی

وہ معرکتہ الآرا گفت و شنید جو یکم محرم ۱۳۶۵ھ مطابق ۷ر دسمبر ۱۹۴۵ء کو حالاتِ حاضرہ پر بمقام دیوبند جانشین شیخ الہند امام المفسرین حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی صدر کل ہند جمعیتہ العلمائے اسلام اور وفدِ اکابر جمعیتہ العلمائے ہند کے درمیان تقریباً سوا تین گھنٹہ جاری رہی جس سے ہر دو جماعت کے رجحاناتِ قلبی و مکنوناتِ باطنی پوری طرح ایک دوسرے کے سامنے آگئے اور متلاشئ حق کے لئے جس گفت و شنید نے بہت سی آسانیاں پیدا کردیں۔

پیش لفظ

۷؍ دسمبر ۱۹۴۵ء

وہ معرکتہ الآرا مکالمہ جو اس وقت ناظرین کے ہاتھوں میں ہے فی الحقیقت تمام مسلمانوں کیلئے ایک شمع ہدایت ہے جس سے بہ آسانی وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی فلاح وبہبود اور ان کا استقلال کس راستہ پر چلنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی جو اس وقت ہندوستان کے یگانہ روزگار علماء میں سے ہیں اور جو جماعت دیوبند کے مسلم اکابر میں سے ہیں۔ ان کا تبحر علمی محتاج تشریح نہیں۔ تبحر علمی کے ساتھ ساتھ ان کی سیاسی معلومات سونے پر سہاگہ ہیں۔ حضرت علامہ عثمانی اور وفد جمعیتہ العلماء ہند کے درمیان گفت و شنید کو احقر نے قلمبند کیا اور جہاں وضاحت کی ضرورت سمجھی وہاں قوسین میں عبارت کا اضافہ کر دیا تاکہ

مکالمہ کی اصل عبارت میں امتیاز رہے۔ احقر نے مزید
احتیاط یہ کی کہ حضرت علامہ عثمانی کو یہ تمام مکالمہ قلمبند کر کے
حرفاً حرفاً دکھلایا۔ اور حضرت ممدوح نے جہاں جہاں ترمیم
یا اضافہ کی ضرورت سمجھی وہ فرمادیا۔ یااب یہ کہنا درست ہے
کہ یہ مکالمہ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کا مصدقہ
ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ سے سیاسی پیچیدگیوں میں
الجھے ہوئے مسلمانوں کو صاف اور روشن راستہ دکھلائے
اور مسلمان زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنے سیاسی و قومی
پلیٹ فارم کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کر کے دامے درمے
قدمے سخنے مساعی ہوں۔

طاہر احمد القاسمی از آستانہ قاسمی دیوبند

۱۹ر محرم الحرام ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۵ ر دسمبر ۱۹۴۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکالمۃ الصدرین

گفت و شنید کی ابتدا کیسے ہوئی؟

غالباً یکم دسمبر سنہ ۱۹۴۵ء کو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیتہ العلماء ہند دہلی اپنی کسی ضرورت سے دیو بند تشریف لائے تھے اس وقت وہ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کے دولت کدہ پر بھی بغرض عیادت و مزاج پرسی حاضر ہوئے۔ دورانِ مزاج پرسی میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے علامہ عثمانی سے فرمایا کہ ہمیں کچھ آپ سے حالاتِ حاضرہ پر نیاز مندانہ گذارشات کرنی ہیں۔ مسئلہ پر شرعی حیثیت سے تو ہم آپ سے کیا گفتگو کرتے یہ درجہ تو ہمارا نہیں۔ البتہ کچھ واقعات ایسے بیان کرتے ہیں جن

کے متعلق ہمارا خیال ہے کہ شائد وہ آپ کے علم میں نہ آئے ہوں۔ ممکن ہے کہ ان واقعات کو سنکر حضرت والا کی جو رائے قائم شدہ ہے اس میں تغیر ہو جائے۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ میں گفتگو کے لئے ہر وقت حاضر ہوں جب دل چاہے تشریف لائیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ اس گفتگو میں میرے ساتھ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی (ناظم ندوۃ المصنفین دہلی برادرزادہ علامہ عثمانی) کوئی اور تیسرے صاحب جو مناسب ہوں شریک ہونگے۔ اس کے بعد وہ ۵؍دسمبر ۱۹۴۵ء کو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا دہلی سے ایک خط بذریعہ ڈاک بنام علامہ عثمانی موصول ہوا۔ جو بجنسہٖ درجِ ذیل ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا خط بنام حضرت علامہ عثمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از ندوۃ المصنفین دہلی
۲۷ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ

ذوالمجد والکرم استاذی ادام اللہ فیوضکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ مزاج اقدس۔ کل دیوبند سے
نو بجے صبح چلکر دہلی پہنچ گیا۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب سے
شب میں گفتگو کے بعد معلوم ہوا کہ جمعیتہ العلمار ہند کی ایک
خصوصی مجلس مشاورت وہ جمعرات کے روز دیوبند بلانا
چاہتے ہیں۔ تاکہ جمعیتہ العلمائے سے متعلق بعض اہم معاملات پر
گفتگو ہو سکے۔ اس مشاورت میں غالباً حضرت مفتی صاحب
(مولانا کفایت اللہ صاحب) مولانا احمد سعید صاحب بھی
شرکت فرمائینگے۔

میں نے اپنے اُس معروضہ کے پیش نظر جو حضرتِ والا
میں حاضر ہو کر پیش کیا تھا اب یہ مناسب سمجھا کہ مولینا مفتی
عتیق الرحمٰن صاحب اور میں جمعرات کو شب میں پہونچیں
اور جمعہ کے دن گذارشات پیش کریں اب میری یہ بھی سعی
ہوگی کہ اکابر جمعیتہ العلمار بھی اس گفتگو میں حصہ لیں۔ تو اکابر
علمار دیوبند کے سیاسی افکار کی یکجہتی میں انشاء اللہ بہت
مدد ملے گی۔ اگر میری گذارشات منظور ہو گئیں تو جمعہ کے

دن آٹھ بجے یہ گفتگو آپ ہی کے دولت کدہ پر ہو جائے تو بہت بہتر۔ باقی اپنی مشاورت تو شب میں اور باقی دوسرے وقت میں بھی ہو سکتی ہے۔

خادم محمد حفظ الرحمٰن کان اللہ لہٗ
۲۷ رذی الحجہ ۱۳۶۴ھ

اس پروگرام کے بموجب ۷ر دسمبر ۱۹۴۵ء یوم جمعہ کو ساڑھے آٹھ بجے (۱) حضرت مولانا حسین احمد صاحب صدر جمعیۃ العلمائے ہند (۲) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سابق صدر جمعیۃ العلمائے ہند (۳) حضرت مولانا احمد سعید صاحب سابق ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند (۴) مولانا حفظ الرحمٰن صاحب حال ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلمائے ہند (۵) مولانا عبد الحلیم صاحب صدیقی (۶) مولانا عبد الحنان صاحب (۷) مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب، علامہ عثمانی کے دولتکدہ پر تشریف لائے۔ علامہ عثمانی نہایت خندہ پیشانی کے

ساتھ ان حضرات سے ملے۔ کچھ دیر مزاج پرسی ہوتی رہی عیادت کے بعد چند منٹ مجلس پر سکوت طاری رہا۔ یہ خاموشی غالباً اس لئے تھی کہ کون ابتدا کرے اور کس نوعیت سے مسئلہ پر گفتگو کا آغاز ہو۔

چونکہ علامہ عثمانی کو ابتداء کرنا مقصود نہ تھا اور یہ حضرات از خود تشریف لائے تھے۔ اس لئے علامہ عثمانی بھی خاموش رہے۔ آخر مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے مسائل حاضرہ پر گفتگو کی ابتدا کی۔ اور ایک طویل تقریر فرمائی جو تقریباً پون گھنٹہ جاری رہی۔ علامہ عثمانی برابر اس تقریر کو بغور سنتے رہے جب وہ تقریر فرما چکے تو علامہ عثمانی نے فرمایا کہ مجھے پورے الفاظ اور اجزاء تو آپ کی لمبی چوڑی گفتگو کے محفوظ نہیں رہے البتہ جو تلخیص میرے ذہن میں آئی ہے اس کے جوابات بلا لحاظ ترتیب عرض کرونگا۔ اگر کوئی ضروری بات رہ جائے تو آپ یاد دلا کر اس کا جواب مجھ سے لے سکتے ہیں۔

اس گفت و شنید کا سلسلہ سوا تین گھنٹہ مسلسل جاری رہا۔ اس مکالمہ میں سب سے زیادہ حصہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب لیتے رہے اور دوسرے درجہ میں مولانا احمد سعید صاحب ان کے شریک رہے۔ کبھی کبھی اور صاحب بھی کچھ بول پڑتے تھے۔ لیکن حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے جو مزاج پرسی کے بعد سکوت اختیار فرمایا وہ ختم مجلس تک ختم نہیں ہوا۔ کسی موقعہ پر بھی ایک حرف نہیں بولے۔

علامہ عثمانی کو اس طویل سکوت پر خود حیرت تھی وہ بحث میں تو کیا حصہ لیتے اشارۃً کنایۃً بھی کسی موضوع پر اثباتاً یا نفیاً کسی طرح کا اظہارِ خیال نہیں فرمایا آخر مجلس میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کچھ بولے جو تقریباً دس پندرہ منٹ سے زیادہ نہ تھا۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا خلاصہ

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ

کلکتہ میں جمعیتہ العلمائے اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایما ر سے قائم ہوئی ہے۔ مولانا آزاد سبحانی جمعیتہ العلمائے اسلام کے سلسلہ میں دہلی آئے اور حکیم دلبر حسن صاحب کے یہاں قیام کیا جن کی نسبت عام طور پر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ سرکاری آدمی ہیں۔ مولٰینا آزاد سبحانی صاحب اسی قیام کے دوران میں پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک مسلمان اعلیٰ عہدہ دار سے ملے جن کا نام بھی قدرے شبہ کے ساتھ بتلایا گیا اور مولانا آزاد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ہم جمعیتہ العلماء ہند کے اقتدار کو توڑنے کے لیئے ایک علمار کی جمعیت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ گفتگو کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ انکو کافی امداد اس مقصد کیلئے دے گی۔ چنانچہ ایک بیش قرار رقم اس کے لئے منظور کرلی گئی اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی صاحب کے حوالہ بھی کردی گئی۔ اس روپیہ سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا۔ مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا

کہ یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا
چاہیں تو ہم اطمینان کرا سکتے ہیں۔ چنانچہ مولانا آزاد سبحانی
صاحب نے اس کے بعد کلکتہ میں جلسہ کیا۔ جلسہ میں جو کچھ
انھوں نے بکواس کی وہ آپ کے علم میں ہے۔ ان کی تلوّن
مزاجی بھی سب کو معلوم ہے۔ ایک زمانہ میں وہ گاندھی کیساتھ
سایہ کے طرح رہتے تھے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد ان کے
خلاف ہو گئے۔ بہرحال اس مسلمان افسر کا تبادلہ ہو گیا۔
اور ایک ہندو اس کی جگہ آ گیا۔ جس نے گورنمنٹ کو ایک
نوٹ لکھا۔ جس میں دکھلایا گیا کہ ایسے لوگوں یا انجمنوں پر
حکومت کا روپیہ صرف ہونا بالکل بے کار ہے۔ اس پر
آئندہ کے لیے امداد بند ہو گئی۔ اسی ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن
صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تبلیغی
تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی طرف سے بذریعہ حاجی رشید احمد
صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔ اس کے بعد مولانا
حفظ الرحمٰن صاحب نے پاکستان کی صورت میں جو نقصانات

اُن کے نزدیک تھے وہ ذرا بسط کے ساتھ بیان کئے اور دکھلایا کہ مسلمانوں کیلئے نظریۂ پاکستان سراسر مُضر ہے۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ نے کلام اس قدر طویل کردیا ہے کہ نمبروار ہر ایک چیز کا جواب دینا مشکل ہے۔ میں جو کچھ یاد رکھ سکا ہوں اُن کے جوابات دونگا۔ اگر کسی چیز کو بھول جاؤں تو آپ مجھے یاد دلا کر اس کا جواب لے لیں۔

علامہ عثمانی کا جواب

پہلے میں اس معاملہ کی نسبت گفتگو شروع کرتا ہوں جو آپ نے مولانا آزاد سبحانی کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ جو روایت آپ نے بیان کی میں نہ اس کی تصدیق کرتا ہوں نہ تکذیب۔ ممکن ہے کہ آپ صحیح کہتے ہوں۔ مجھے اس سے پہلے ہی بذریعہ ایک گمنام خط کے (جو دہلی سے ڈالا گیا تھا) یہی بتلایا گیا تھا اور مجھے بھی اس خط میں دہمکی دی گئی تھی۔ یہ

روایت صحیح ہو یا غلط- بہرحال میرے علم میں آچکی ہے-
لیکن اس روایت سے مجھ پر کیا اثر پڑ سکتا ہے اور میری
رائے کیا متأثر ہو سکتی ہے- میں نے جو رائے پاکستان
وغیرہ کے متعلق قائم کی ہے وہ بالکل خلوص پر مبنی ہے
جمعیتہ العلمائے اسلام میں آزاد سبحانی رہیں یا نہ رہیں-
جمعیتہ العلمائے اسلام خود قائم رہے یا نہ رہے میری رائے
جب بھی یہی رہے گی کہ مسلمانوں کیلئے پاکستان مفید ہے
اگر میں تھوڑی دیر کے لئے اس روایت کو تسلیم بھی کر لوں
کہ جمعیتہ العلماء اسلام گورنمنٹ کے ایماء سے قائم ہوئی
ہے تو آپ سے پوچھتا ہوں کہ کانگرس کی ابتدا کس نے
کی تھی اور کس طرح ہوئی تھی؟ آپ کو معلوم ہے کہ ابتداءً اس کا
قیام ایک وائسرائے کے اشارہ پر ہوا تھا- (اور برسوں وہ
گورنمنٹ کی وفاداری کے راگ الاپتی رہی ہے- مرتب) بہت
سی چیزوں کی ابتدا غلط ہوتی ہے- مگر انجام میں بسا اوقات
وہی چیز سنبھل جایا کرتی ہے- ہم نے مولانا آزاد سبحانی یا

جمعیتہ العلماء اسلام کی وجہ سے مسلم لیگ کی تائید نہیں کی۔ بلکہ دیانتاً یہ رائے قائم کی ہے کہ مسلمانوں کا ایک مرکز اور ایک پلیٹ فارم ہونا چاہیئے۔ اور علماء امت کو اس کی پشت پناہی اور اصلاح میں جدوجہد کرنی چاہیئے۔ عام دستور ہے کہ جب کوئی شخص کسی سیاسی جماعت یا تحریک کا مخالف ہو تو اسی قسم کی باتیں اس کے حق میں مشتہر کی جاتی ہیں۔ دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمتہ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا گیا کہ اُن کو چھ سو روپیہ حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کو اس کا علم نہ تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے۔ مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ اُن کو اس کا شُبہ بھی نہ گذرتا تھا۔ اب اسی طرح اگر حکومت مجھے یا کسی شخص کو استعمال کرے مگر اس کو یہ علم نہ ہو کہ اُسے استعمال کیا جا رہا ہے تو ظاہر ہے

کہ وہ شرعاً اس میں ماخوذ نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد علامہ عثمانی نے اشارہ کرکے فرمایا کہ ان مولوی عتیق الرحمٰن صاحب سے آپ پوچھئے کہ معاملات دارالعلوم کے سلسلہ میں دیوبند کے بعض پارٹی باز اشخاص نے ان کے سامنے نہایت قطعی الفاظ میں کیا یہ نہیں کہا تھا کہ دائسرائے کے دفتر میں ہم اپنی آنکھوں سے وہ چٹھی دیکھ کر آئے ہیں۔ جس کے ذریعہ مولانا مدنی کو شبیر احمد عثمانی نے گرفتار کرایا ہے (فلعنۃ اللہ علی الکاذبین) لیکن میں پوچھتا ہوں کیا اس میں ذرا بھی کوئی اصلیت ہے۔ اس پر مولوی عتیق الرحمٰن صاحب نے آنکھیں نیچی کرلیں اور خاموش ہو رہے۔ اس کے بعد علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ حضرات کے متعلق بھی عام طور پر مشہور کیا جاتا ہے کہ آپ ہندوؤں سے روپیہ لیکر کھاتے ہیں کیا یہ صحیح چیزیں ہیں۔ اب ہمیں ان سب قصوں سے بالکل علیحدہ رہ کر غور کرنا چاہیئے کہ کون راستہ اختیار کرنے میں مسلمانوں کا فائدہ ہے۔ اور کس راستہ میں انکا نقصان

(قطع نظر اس سے کہ وہ بات انگریز کے ایجنٹ کی زبان سے نکلے یا کوئی ہندو کا دلال کہے۔ مرتب)

لہذا میں مزید گفتگو سے پہلے تین چیزیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

گفتگو کا محور

پہلی چیز دریافت طلب یہ ہے کہ (۱) جو فارمولا جمعیۃ العلماء ہند نے پاکستان کا نعم البدل ظاہر کر کے ملک کے سامنے پیش کیا اور جس کا حوالہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنی تقریر میں بھی دیا ہے اس فارمولا کو آپ حضرات نے کم از کم کانگریس سے منوا لیا ہے یا نہیں؟

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے کچھ اعذار بیان کئے۔ علامہ عثمانی صاحب کو چونکہ ان اعذار سے کچھ بحث نہیں تھی اس لئے فرمایا کہ اعذار کچھ بھی ہوں میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا فارمولا کانگریس

نے تسلیم کرلیا ہے یا نہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ ہمارا یہ اصول نہیں ہے کہ ہم جنگِ آزادی کی شرط کے طور پر ہندوؤں سے کوئی چیز منوالیں۔

(۲) دوسری بات یہ معلوم کرنی ہے کہ آپ جو گفتگو اس وقت مجھ سے فرمانا چاہتے ہیں وہ کس تقدیر پر ہے آیا یہ فرض کرتے ہوئے کہ انگریزی حکومت ہندوستان سے چلی گئی ہے۔ یا جارہی ہے۔ یا یہ مان کر کہ ابھی وہ موجود ہے اور سر دست جا نہیں رہی۔ گویا جو کچھ لینا ہے اسی سے لینا ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ انگریزی حکومت ابھی ہندوستان میں موجود ہے اس کی موجودگی تسلیم کرتے ہوئے جو کچھ لینا ہے۔ اسی سے لینا ہوگا

(۳) تیسری بات دریافت طلب یہ ہے کہ آپ حضرات جو انقلاب اس وقت چاہتے ہیں وہ فوجی انقلاب ہے یا آئینی۔ اس کا جواب دیا گیا کہ فوجی انقلاب کا تو اس وقت

کوئی موقع ہی نہیں۔ نہ فی الحال اس کا امکان ہے نہ اس کے وسائل مہیا ہیں۔ اس وقت تو آئینی انقلاب ہی زیرِ بحث ہے۔

علامہ عثمانی نے بحث کا رُخ معین کرالیا

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ بس اب بحث کا رُخ متعین ہو گیا۔ اب کلام اس پر رہے گا کہ سر دست انگریزی حکومت کی موجودگی کے باوجود آئینی انقلاب میں کون سا راستہ مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔ آیا وہ راستہ جو جمعیتہ العلمار ہند نے تجویز کیا ہے۔ یا پاکستان کا راستہ جو مسلم لیگ اختیار کر رہی ہے۔

پاکستان کے نقصانات کا اظہار و فد جمعیتہ العلماء ہند کی طرف سے

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنی طویل تقریر میں فرمایا کہ پاکستان قائم ہونے میں مسلمانوں کا سراسر نقصان اور

ہندوؤں کا فائدہ ہے۔ بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت ۵۳ فیصدی ہے۔ فلاں صوبہ میں اس قدر۔ فلاں میں اتنی۔ اور آسام میں اکثریت دوسروں کی ہے۔ ہر جگہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں غیر مسلم اقلیت اتنی زبردست ہے کہ مسلمان اس سے کسی طرح بھی عہدہ برآ نہ ہو سکیں گے۔ اور بہت ہی تھوڑی اکثریت کچھ نہ کر سکے گی۔ بلکہ ہمیشہ معرض خطر میں رہے گی۔ ادہر مسٹر جناح یہ کہہ ہی چکے ہیں کہ پاکستان میں جمہوری طرز کی حکومت ہو گی۔ ایسی شکل میں ظاہر ہے مسلمانوں کو پاکستان سے کوئی بھی فائدہ نہ ہو گا۔ بلکہ تنظیم۔ دولت اور تعلیم وغیرہ میں پست ہونے کی وجہ سے ۵۳ فی صدی مسلمانوں کی اکثریت ۴۷ فی صدی غیر مسلم اقلیت ہی کے عملاً تابع و محکوم رہے گی۔ سکھ نہایت جنگجو قوم ہے وہ کسی طرح بھی پاکستان قائم نہ رہنے دے گی۔ ادہر جاٹوں کی قوم ہے وہ بھی مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دے گی۔

پاکستان ہر ہر صوبے کا جدا جدا بنیگا یا تمام مسلم صوبوں کا ایک پاکستان ایک ہوگا

اس موقعہ پر علامہ عثمانی نے پوچھا کہ کیا آپ کے نزدیک پاکستان کا مطالبہ کرنیوالے صوبہ وار چھ پاکستان بنانا چاہتے ہیں یا تمام مسلم اکثریت والے صوبوں کا ایک پاکستان مطلوب ہے؟ جواب دیا گیا کہ نہیں پاکستان تو ایک ہی بنانا چاہتے ہیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا تب صوبجاتی اعداد و شمار کی گفتگو اس موقع پر بیکار ہے۔

جمعیۃ العلماء اور مسلم لیگ کے فارمولا کے جدا جدا نتائج

مولانا عثمانی نے فرمایا تو اس وقت ہم کو پاکستان کی مرکزی حکومت میں یہ دیکھنا چاہیے کہ مسلم اور غیر مسلم آبادی میں کیا تناسب ہے، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی طرف سے کہا گیا کہ پاکستان میں مجموعی تعداد مسلمانوں کی چھ کروڑ ہوگی اور غیر

مسلم تین کروڑ ہوں گے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ یہ تعداد غلط ہے۔ مجموعہ میں مسلمان تقریباً سوا سات کروڑ ہیں لیکن ہم سات کروڑ تسلیم کئے لیتے ہیں۔ اور غیر مسلم جو تین کروڑ سے کم ہیں انکو پورے تین کروڑ فرض کر لیا جائے۔ اس تعداد سے سات اور تین کی نسبت مسلم و غیر مسلم کے درمیان ہوگی اور مجموعہ آبادی میں آپ کے فرمانے کے مطابق ساٹھ ۶۰ اور چالیس ۴۰ کی نسبت ہوگی۔ یعنی مسلمان ساٹھ ۶۰ فی صدی اور غیر مسلم چالیس ۴۰ فی صدی ہوں گے۔ (حالانکہ اس صورت میں مجموعہ میں مسلمان واقعۃً ستر فی صدی اور غیر مسلم تیس ۳۰ فیصدی ہوتے ہیں۔)

حضرت علامہ کا مسکت و حقیقت افروز جواب

اور

وفد جمعیتہ العلماء کی لاجوابی

مگر علامہ عثمانی نے اس وقت اس سے بھی اغماض کر کے اور انکے ہی بیان کردہ تناسب کو صحیح مان کر اس پر کلام فرمایا۔

آپ نے فرمایا کہ اب آپ اپنے فارمولا پر نظر ڈالیے کہ اس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا مرکزی حکومت میں کیا تناسب رہتا ہے تو آپ کے فارمولا کی رو سے مرکز میں چالیس مسلمان ہوں گے اور چالیس ہندو اور بیس فی صدی دیگر اقلیتیں ہوں گی اس طرح سے آپ کے فارمولا کے لحاظ سے غیر مسلموں کی تعداد ساٹھ فی صدی اور مسلمانوں کی تعداد چالیس فی صدی ہوئی۔ اور مسلم لیگ کے پاکستانی فارمولا میں (بقول آپ کے یہی نسبت علی العکس رہے گی یعنی) ساٹھ فی صدی مسلمان اور چالیس فی صدی غیر مسلم ہوں گے (حالانکہ حقیقی تناسب پاکستانی فارمولا میں ستر فی صدی اور تیس فی صدی کا ہوتا ہے) اب آپ ہی انصاف سے فرمائیے کہ آپ کے اس فارمولا سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا (ہم اگر ساٹھ فی صدی رہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکتے تو چالیس فی صدی میں کیا کر سکیں گے)

(نوٹ۔ جمعیۃ العلماء کے فارمولا میں یہ بھی مندرج ہے کہ خالص اسلامی مسائل میں دو تہائی مسلمان اگر کسی چیز کے

مخالف ہوں گے تو وہ چیز مسلمانوں کیلئے قبول نہیں کی جائے گی۔ اس شرط سے کسی درجہ میں مضر امور کا تدارک تو ہو سکتا ہے لیکن خاص مسلمانوں کے حق میں جو ضروری یا مفید امور ہوں ان کے خاطر خواہ حاصل ہونے کی کوئی تدبیر نہیں۔ کیونکہ مرکز میں مسلم تعداد چالیس اور غیر مسلم تعداد ساٹھ فی صدی ہو گی۔ ایسی تمام تجاویز غیر مسلم اکثریت کے رحم و کرم پر رہیں گی۔ اور یہ معاملہ بھی کہ خالص اسلامی مسئلہ کونسا ہے اکثریت ہی طے کرے گی)

اس موقع پر کہا گیا کہ عیسائی ہمارے ساتھ ہو جائینگے علامہ عثمانی نے فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ جب پاکستان کا فارمولا سامنے آتا ہے تو عیسائی مسلمانوں سے علیحدہ غیر مسلم بلاک میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور جب جمعیتہ العلمار ہند کا (مقدس) فارمولا پیش کیا جاتا ہے تو وہی عیسائی (گویا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں اور) مسلمانوں کے مائیدین میں شمار کئے جانے

لگتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ غیر مسلم سب کے سب بہر صورت ایک ہی شمار ہونگے۔ (الکفر ملتہ واحدۃ) اور خالص مسلمانوں کو ان سب کے مقابل رکھکر مسئلہ پر غور کرنا چاہیئے۔ وفد جمعیتہ العلماء نے آخر کار اس کو تسلیم کر لیا۔

اگر پاکستان ہندو کیلئے مفید ہے تو وہ اسکی مخالفت کیلئے اسقدر مضطرب کیوں ہے؟

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ کا یہ دعویٰ کہ پاکستان قائم ہونے میں سراسر مسلمانوں کا نقصان اور ہندوؤں کا فائدہ ہے۔ اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کیا آپ یہ بتلا سکتے ہیں۔ کہ ہندو پاکستان سے پھر کیوں اس درجہ مضطرب و خائف۔ اور اس کی انتہائی مخالفت پر تلا ہوا ہے۔ کیا آپ باور کر سکتے ہیں کہ ہندو پاکستان کی مخالفت محض اس لئے کر رہا ہے کہ اس میں مسلمانوں کا نقصان ہے اور وہ کسی طرح بھی مسلمانوں کا نقصان دیکھنے کو تیار نہیں ان کا تو اعلان یہ ہے کہ جو جماعت یا جو شخص

بھی پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف کھڑا ہوگا کانگریس اسکی ہر طرح امداد کرے گی۔

(اس وعدہ کا تعلق کسی خاص شخص سے نہیں کانگریس کے پورے ادارے سے ہے) اور ان کا قول ہے کہ پاکستان اسکی ہماری لائنوں پر ہی بن سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ آخر یہ پر زور اور انتہائی مخالفت کیوں ہے۔ اس کے جواب میں مولینا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ ان کی کوئی مصلحت ہوگی۔ لیکن اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا گیا اور بار بار اس پہلو سے گریز کیا جاتا رہا۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اس کی جو کچھ بھی مصلحت ہو آخر آپ حضرات نے بھی کچھ غور کیا کہ وہ مصلحت کیا ہو سکتی ہے میرے نزدیک تو اس کی مخالفت کی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ انگریز کی حکومت تو سردست اوپر قائم ہے جیسے آپ خود تشریح میں تسلیم کر چکے ہیں۔ ہندو یہ چاہتا ہے کہ انگریزی حکومت کے زیر سایہ دس کروڑ مسلمانوں میں سے ایک شخص کی

گردن پر سے بھی ہندو اکثریت کا جوا کبھی اور کہیں اُترنے نہ پائے اور اس طرح مسلمان ہمیشہ انگریز اور ہندو کی ڈبل غلامی میں باختیار خود پھنسے رہیں۔

علامہ عثمانی نے کئی بار اس چیز کو ان لوگوں سے پوچھا مگر اُدھر سے کوئی شافی جواب ہاتھ نہ آیا۔ اس کے بعد جمعیتہ العلماء ہند کے وفد کی طرف سے کہا گیا کہ اچھا اگر پاکستان بن جائے تو تین کروڑ کی مسلم اقلیت ہندو صوبوں میں رہے گی اس کی حفاظت کا کیا انتظام ہوگا۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ ان کے لئے معاہدات ہوں گے ان ہی معاہدات کے ماتحت مسلم اقلیت ان کے ہاں اور ہندو اقلیت ہمارے یہاں رہے گی۔ اور ہر ایک کا ہاتھ ایک دوسرے کے نیچے دبا رہے گا۔ آخر اکھنڈ ہندوستان میں دس کروڑ مسلمانوں کی حفاظت کس طرح ہوگی۔ اس کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب نے موضوع گفتگو بدل کر کہا۔

علی گڈھ کالج پر اتہام

اجی حضرت یہ علی گڈھ کے نیچری، علماء کے ذفار کے دشمن ہیں۔ یہ لوگ اگر مسلمانوں کے رہنما بنگئے تو دین کو برباد کر دینگے۔ علماء کو مٹا دینگے۔ اسی سلسلہ میں ان بدتمیزیوں کا بھی ذکر کیا گیا جو بعض مقامات میں مولانا حسین احمد صاحب کے ساتھ کی گئی تھیں۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی کہا کہ مسلم لیگ راجاؤں نوابوں۔ خطاب یافتہ لوگوں کی جماعت ہے۔ سر فیروز خاں نون کے متعلق فرمایا کہ وہ حکومت کے اشارہ سے مستعفی ہو کر مسلم لیگ میں داخل ہوئے ہیں اور وہ کھلے طور پر سرکاری آدمی ہیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ سر فیروز خان نون کے متعلق میں بحث نہیں کرتا۔ آپ جو چاہے کہیں لیکن مسٹر جناح کے متعلق کبھی میرا یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ سرکاری آدمی ہیں یا وہ کسی دباؤ یا لالچ میں آ سکتے یا کسی قیمت پر خریدے جا سکتے ہیں۔ مولانا احمد سعید صاحب کے اس کہنے پر کہ علی گڈھ کے

تعلیم یافتہ اور دوسرے بعض فرقے علماء کا اقتدار مٹانا اور
دین کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ علامہ عثمانی نے ارشاد فرمایا کہ یہ
تو مشکلات ہوئیں۔ ان کا حل آپ کے ذہن میں کیا ہے
وہ بھی تو فرمایئے۔ اس پر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے ہی
لگے اور کچھ خاموشی سی طاری ہو گئی۔ پھر وفد کی طرف سے کہا
گیا کہ حضرت آپ ہی فرمائیں کیا حل ہے۔ حضرت علامہ نے
فرمایا کہ یہ خوب رہی مشکلات تو بیان فرمائیں آپ اور حل
بتاؤں میں۔ آخر آپ نے بھی تو کچھ اس کا حل سوچا ہو گا۔

علماء کی مشکلات کا حل علامہ عثمانی کی طرف سے

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اچھا لیجئے میں ہی اس کا حل عرض
کرتا ہوں۔ میرے نزدیک اس کا حل صرف ایک ہے اور وہ
یہ ہی کہ آپ سب حضرات ملکر مسلم لیگ میں داخل ہو کر اس
پر قبضہ کریں۔ اور ایک دو مہینے دورہ کر کے تین چار لاکھ
دو آنہ والے ممبر مسلم لیگ کے بھرتی کرائیں۔ جب ہمارے

ہم خیال ممبران کی اتنی بھاری تعداد مسلم لیگ میں داخل ہو جائے گی تو پھر ہم عوام کے ذریعہ سے جو مفید صورت مسلمانوں کیلئے ہوگی بہ آسانی بروئے کار لاسکیں گے۔ کیا ہمارا اثر عوام پر اتنا بھی نہیں کہ ہم دو چار لاکھ ممبران بھرتی کرا سکیں۔ میں اس کے لئے تیار ہوں کہ آپ حضرات کے ساتھ مل کر اس کام میں حصہ لوں میرے نزدیک تو اصلاح کی یہ ہی بہترین شکل ہے۔ اس پر مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ یہ تو صحیح لیکن جب ہم لوگ ایسا کرینگے تو یہ راجے مہاراجے نواب اور سر مسلم لیگ سے علیحدہ ہو کر دوسری مسلم لیگ بنالیں گے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اگر وہ نئی مسلم لیگ بنا ہی لیں گے تو اس سے کیا ہوگا۔ عوام کی طاقت تو ہمارے ہی ساتھ رہے گی۔ (سر شفیع مرحوم نے بھی تو ایک زمانہ میں شفیع لیگ بنائی تھی لیکن اس کا حشر کیا ہوا۔ جب شفیع صاحب رحلت کر گئے ان ہی کے ساتھ ان کی لیگ بھی ختم ہو گئی اور رابطہ عوام وہ کبھی بھی پیدا نہ کر سکے۔)

رہا ان بدتمیزیوں کا قصہ جو آپ کے ساتھ ہوئیں اس کے

متعلق آپ کو معلوم ہے کہ میں نے جو پیغام جمعیتہ العلماء اسلام کے اجلاس کلکتہ کے موقعہ پر بھیجا تھا اس میں صاف طور سے لکھدیا تھا کہ یہ بڑے درجہ کی شقاوت وحماقت ہے کہ قائدِ اعظم کو کافرِ اعظم کہا جائے یا مولانا حسین احمد وغیرہ کے ساتھ کوئی ناشائستہ سلوک کیا جائے۔

انگریزی خواں طلباء کی شکایت کرنے سے پہلے طلباء دار العلوم دیوبند کی اصلاح کیجئے

اس موقعہ پر مجھے ایک بات کہنی پڑتی ہے وہ یہ کہ جن انگریزی خواں طلباء کے رویہ کی آپ شکایت فرمارہے ہیں وہ نہ تو آپ کے مرید ہیں نہ شاگرد۔ نہ اُنھوں نے کسی دینی ماحول میں تربیت پائی ہے (اور سمجھتے یہ ہیں کہ آپ مسلم قوم کو ہندوؤں کی دائمی غلامی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں) اسکے بالمقابل جو عربی مدارس کے طلباء آپ کے شاگرد آپ کے مرید اور دینی ماحول بلکہ مرکز دین و اخلاق میں تربیت پانے والے

ہیں ذرا اُدھر بھی تو دیکھئے کہ اُنھوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے طلبار نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چھپاں کیئے جن میں ہم کو ابوجہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا آپ حضرات نے اس کا بھی کوئی تدارک کیا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے تمام مدرسین، مہتمم اور مفتی سمیت (باستثنا ایک دو کے) بالواسطہ یا بلا واسطہ مجھ سے نسبتِ تلمذ رکھتے تھے۔ دارالعلوم کے طلبار نے میرے قتل تک کے حلف اُٹھائے اور وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازہ میں پھینکے کہ اگر ہماری ماں بہنوں کی نظر پڑ جاتے تو ہماری آنکھیں شرم سے جُھک جاتیں۔ کیا آپ میں سے کسی نے بھی اس پر ملامت کا کوئی جملہ کہا۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے لوگ ان کمینہ حرکات پر خوش ہوتے تھے۔

"حریت" اخبار دہلی آج کل جو میری ذاتیات پر نہایت رکیک مضامین لکھ رہا ہے کیا آپ حضرات میں سے کسی

نے اس پر بیزاری کا اظہار کیا۔ اس پر سب کی آنکھیں شرم سے جھکی ہوئی تھیں۔

مولانا احمد سعید صاحب نے اتنا فرمایا کہ ابھی حضرت عزیز حسن بقائی تو ہمیشہ اسی قسم کی بے ہودہ بکواس کیا کرتا ہے کیا آپ کو معلوم نہیں۔

علامہ عثمانی نے فرمایا اس وقت تو وہ آپ کی حمایت اور ہمنوائی میں سب کچھ کہہ رہا ہے۔ گو مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ایک زمانہ میں اس نے آپ صاحبان کو بھی بری طرح مجروح کیا تھا۔ لیکن دکھلانا صرف یہ ہے کہ آپ حضرات نے کبھی اس قسم کی چیزوں سے جو ہمارے متعلق کہی گئیں۔ اظہار بیزاری نہیں کیا نہ کسی پر ملامت کی۔ ہم نے تو یہ کیا کہ ہم موقع ملنے پر ایسے امور سے پوری قوت کے ساتھ اظہار بیزاری کرتے رہے۔

فرقِ عمل

ضلع کسرول مراد آباد کے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ کیا مولانا حسین احمد صاحب اور مفتی کفایت اللہ صاحب آپ کے نزدیک محض ذاتی مفاد کے لئے ہندوؤں کا ساتھ دے رہے ہیں یا ان کا اتباع بے دینی اور کفر ہے یا وہ اپنے استاد کے مسلک سے ہٹ گئے ہیں؟

میں نے جواب میں لکھا کہ میرے حاشیۂ خیال میں ہی یہ نہیں آسکتا کہ یہ حضرات محض ذاتی مفاد کے لئے ایسا کریں وہ اپنے نزدیک جو حق سمجھتے ہیں کر رہے ہیں اور اسی کو اپنے استاد کا مسلک سمجھتے ہیں۔ باقی یہ لازم نہیں کہ جو اُن کا خیال ہے وہ واقع میں صحیح ہو۔ نہ اُن کی تقلید دوسروں پر واجب ہے۔ امورِ مذکورہ کا تذکرہ میں نے اس لئے نہیں کیا کہ مجھے کوئی انتقام لینا مقصود نہیں ہے میں

تو بہر صورت ایسے امور کو برا سمجھتا ہوں۔ دکھلانا صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنی بساط کے موافق اس قسم کے امور کو روکنے کی ہمیشہ سعی کی۔

مولانا مدنی کا پاکستان کے خلاف ایک استدلال

علامہ عثمانی کی طرف سے اس کا مسکت جواب

آخر گفتگو میں مولانا حسین احمد صاحب نے اپنی جیب سے دو تین کالم کا ایک مضمون نکال کر تقریباً آٹھ دس منٹ تک پڑھ کر سنایا۔ یہ مضمون ایک انگریز کی تجویز اور رائے پر مشتمل تھا۔ جس میں اس نے ہندوستان کی سیاسیات پر بحث کرتے ہوئے حکومت برطانیہ کو اس کا ایک حل بتلایا تھا۔ اس مضمون میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور بمبئی کے بجائے کراچی کو تجارت کا مرکز بنایا جائے۔ گویا اس مضمون کو

سُنانے کی غرض یہ تھی کہ مسلم لیگ نے جو نظریہ پاکستان پیش کیا ہے وہ اس انگریز کی تجویز پر مبنی ہے۔ اور مسلم لیگ انگریزوں کے اشاروں پر چلنے والی جماعت ہے۔

اسی دوران میں

مولانا احمد سعید کا ایک سوال اور اسکا جواب

مولانا احمد سعید صاحب نے سوال کیا کہ انگریز کی پالیسی ٹکڑے کرنے کی ہے یا جمع کرنے کی۔ یعنی اس کا فائدہ کس جانب میں ہے۔ مطلب یہ تھا کہ ہم جو فاروقی حکومت چاہتے ہیں۔ انگریز کے لئے مہلک ہے اور آپ جو تقسیم ہند چاہتے ہیں یہ صورت حکومت کے لئے مفید و معین ہے۔

علامہ عثمانی نے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک آپ کے سوال کا ایک جواب نہیں ہو سکتا۔ یعنی آپ کے سوال کے جواب میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انگریز کا فائدہ ہمیشہ ٹکڑے کرنے میں ہے یا نہیں۔ میرا جواب یہ ہے کہ کبھی انگریز کا

فائدہ ٹکڑے کرنے میں اور کبھی جمع کرنے میں ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی ایک حالیہ نظیر ملاحظہ فرمائیے برطانیہ نے ٹرکی اور عرب کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ عراق، شام، لبنان نجد، یمن سب کو علیحدہ علیحدہ حصوں میں منقسم کر دیا۔ ایک وقت میں یہ پالیسی تھی۔ اب جو عرب لیگ قائم ہو رہی ہے جس میں تمام عربوں کو روس کے خطرے سے انگریز متحد کرنا اور ان سب کا ایک بلاک بنانا چاہتا ہے کیا یہ بھی آپ کے نزدیک انگریز کے اشارہ سے نہیں ہو رہا جس کا منشا یہ ہے کہ تمام عرب ممالک کی ایک آہنی دیوار بنادی جائے۔ اس کو وفد نے تسلیم کیا کہ بیشک۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ پھر یہ کہنا صحیح نہیں کہ انگریز کی پالیسی ہمیشہ ٹکڑے کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ کبھی اس کی پالیسی جمع کرنے کی بھی ہوتی ہے۔ اب ہمیں تو یہ سوچنا چاہیئے کہ ہمارا فائدہ کس صورت میں ہے۔ خواہ اس میں حکومت کا فائدہ ہو یا نقصان۔ ظاہر ہے کہ ہندو یا مسلمان کسی کے

مقابلہ میں بھی گورنمنٹ اپنے مفاد کو بہ اختیار خود نظر انداز نہیں کر سکتی۔

نظریۂ پاکستان کانگریس اور حکومت دونوں کے نظریوں کے مخالف ہے

اس کے بعد علامہ عثمانی نے فرمایا کہ مولانا حسین احمد صاحب نے جو ایک انگریز کا مضمون پڑھ کر سُنایا یہ ایک انگریز کی شخصی رائے اور تجویز ہے جو اب سے چودہ برس پہلے پیش کی گئی تھی۔ لیکن حکومت برطانیہ کا سب سے بڑا نمائندہ وائسرائے ہند لارڈ ویول جو ہندوستان میں اس وقت حکمراں ہے اس نے اپنی تقریروں میں بہ برملا کہا ہے کہ اس ملک کا مرکز اور اس کی حکومت ایک ہی رہنی چاہیئے۔ اس ملک پر کوئی بڑا عملِ جراحی نہیں ہو سکتا۔ پہلی مرتبہ یہ تقریر کلکتہ کے کامرس چیمبر میں کی۔ دوسری مرتبہ بعض لیکچر میں یہی مضمون ادا کیا۔ اور ابھی دو تین ماہ ہوئے کہ راولپنڈی کے دورے

میں لارڈ ویول نے یہی کہا کہ اس ملک کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ اس سے پہلے سابق وائسرائے ہند اور لارڈ لنلتھگو نے بھی ۱۹۴۲ء میں اس قسم کی تقریر کی تھی۔ اب آپ حضرات غور فرمائیں کہ آج وائسرائے ہند کے نظریے کی حمایت کانگریس کر رہی ہے یا مسلم لیگ۔

مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ اجی حضرت یہ تو انگریزوں کی چالیں ہیں کہتے تو کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اس انگریز کی تجویز میں تو یہی احتمال ہو سکتا ہے۔ لیکن حجت کے درجہ میں تو سب سے بڑے ذمہ دار ہی کا قول ہم پیش کر سکتے ہیں۔

پاکستان کے قیام پر مولانا مدنی کا ایک اشکال

اور

اس کا شافی جواب

اسی سلسلہ میں مولانا حسین احمد صاحب نے فرمایا کہ اچھا اگر پاکستان قائم ہو گیا تو ہندوستان کا دفاع کیسے ہو گا۔ روس نے اگر حملہ کر دیا تو سرحد کے مسلمان بیچارے پس جائیں گے۔ سارا بوجھ

ان پر پڑ جائیگا۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ یہ تو آپ مان ہی چکے کہ انگریز ابھی یہاں موجود ہے۔ سردست اگر پاکستان بنائیگا تو وہ ہی بنائے گا۔ سرحدوں کی حفاظت کی بھی کوئی صورت ضرور نکالے گا۔ اور اسکے چلے جانے کی صورت میں بیرونی قوت ہندوستان پر چڑھائی کرے گی تو دونوں منطقے مل کر اس کی مدافعت کرینگے۔ اور ہر ایک دوسرے کی آدمی سامان اسلحہ اور روپے سے مدد کریگا۔ کیونکہ یہ سب کا مشترکہ مفاد ہوگا۔ ایسا نہیں کرینگے تو سب کا نقصان ہے۔ اس قسم کے دفاع کے کام باہمی معاہدوں سے انجام پائیں گے۔ مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ حضرت معاہدوں کو آجکل کون پوچھتا ہے علامہ عثمانی نے فرمایا کہ جب بلا معاہدہ آپ سب کچھ کرنے کو تیار ہیں تو معاہدہ کی صورت تو بہر حال اس سے قوی تر ہونی چاہیئے

جمعیۃ العلماء کی دفاعی طرزِ حکومت کی تائید کا خیال

احتیاج ہنود پر مبنی ہے پھر آپ کی تقریر کا حال تو یہ ہوا کہ ہم

کسی حالت اور کسی وقت میں بھی ہندوؤں کی احتیاج سے
باہر نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ان کے بدوں کبھی کوئی کام کر سکتے ہیں
(یہ بات کم از کم شیر دل بہادروں کو زیب نہیں دیتی جو کہتے ہیں
کہ ذرا انگریز سے آزادی مل جائے پھر ہم ہندو وغیرہ کسی سے
نہیں ڈرتے)۔

نیز آپ دیکھتے ہیں کہ معاہدات ہی کی طاقت تھی کہ روس
اور برطانیہ نے مل کر جرمن اور جاپان کو کس طرح پیس ڈالا۔ کیونکہ
تینوں کی غرض مشترک تھی۔ پاکستان اور ہندوستان کا مفاد جب
مشترک ہوگا تو دونوں بذریعہ معاہدات عملی اتحاد کیوں نہیں
کر سکتے۔ (گو قومی اتحاد نہ ہو نہ سہی)۔

موجودہ الیکشن میں علامہ عثمانی کی حمایت لیگ کی کیا وجہ ہے

اس موقع پر مفتی عتیق الرحمن صاحب نے علامہ عثمانی سے کہا
کہ آپ تو ہمیشہ سیاسیات سے یکسو رہا کرتے تھے۔ اس
الیکشن میں کیا داعیہ ایسا پیش آیا جس کی وجہ سے آپ

نے شرکت فرمائی۔

حضرت علامہ نے فرمایا کہ اس الیکشن کی نوعیت پچھلے الیکشنوں سے بالکل مختلف ہے۔ حکومت نے صاف لفظوں میں اس کا اعلان کر دیا ہے کہ اس مرتبہ منتخب ہونے والی اسمبلیاں ہی آئندہ ہندوستان کا مستقل دستور بنائیں گی چونکہ اس الیکشن سے قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ وابستہ تھا اس بنا پر میں نے ضروری سمجھا کہ اس بنیادی موقع پر ان مسلمانوں کی مدد کی جائے جو استقلال ملت اور مسلم حق خود ارادیت کے حامی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ آپ نے یہ کیا کہا کہ میں سیاسیات سے ہمیشہ علیحدہ رہا ہوں۔ گذشتہ چند سالوں کو چھوڑ دیجئے اس سے بیشتر جمعیتہ العلماء ہند میں ہماری بھی تو کچھ ناچیز خدمات رہی ہیں۔ ہم نے بھی تو کچھ معرکے سر کئے ہیں۔ ادہر آپ حضرات طوفانی دورہ کر رہے تھے جس سے میرے نزدیک مسلمانوں کا نقصان تھا۔ تو ظاہر تھا کہ ایسے موقع پر میں سکوت کیسے باقی رکھ سکتا تھا ۔

اگر بنیم کہ نابینا و چاہ است   اگر خاموش بہ نشنیم گناہ است

ان وجوہ سے میں نے مسلم لیگ کی تائید و حمایت کی۔

(پھر علامہ عثمانی نے یکایک کوئی اعلان نہیں فرمایا بلکہ مہینوں پاکستان کے نظریہ پر شرعی و سیاسی حیثیت سے انتہائی غور و تعمق کیا۔ جب کلکتہ کے اجلاس کل ہند جمعیتہ العلماء اسلام میں اپنا پیغام بھیجا تو استخارہ بھی فرمایا۔ مکمل بصیرت اور شرح صدر کے بعد یہ اقدام فرمایا گیا۔ مرتب)

اس کے بعد علامہ عثمانی نے فرمایا کہ پھر میرا اثر ہی کیا ہے ہندوستان میں اگر میری اپیل پر بیچارے نوابزادہ لیاقت علیخاں کو دس بیس ووٹ مل ہی گئے تو کیا ہوا۔ آپ حضرات تو ماشاء اللہ بااثر ہیں۔ (موجودہ پروپیگنڈے کی طاقتیں آپ کے ساتھ ہیں) میں تو اب آپ میں ایک اچھوت کی حیثیت رکھتا ہوں۔ کسی نے کہا نہیں یہ بات نہیں آپ کے اعلانات نے ملک میں ہل چل ڈال دی ہے۔

علامہ عثمانی سے سکوت کی درخواست

مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ بہر حال یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ اس میں احتمال خطا کا دونوں طرف ہے۔ مگر آپ تو اس قوت سے بیان دے رہے ہیں کہ اپنے مخالفوں کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑتے۔ ذرا کچھ تو نرمی اختیار فرمائیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ حضرات تو ماشاء اللہ سب اہلِ علم ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب احناف و شوافع وغیرہ کے باہمی اختلافی مسائل کی تقریریں آپ اور ہم کرتے ہیں۔ تو باوجودیکہ سب آئمۂ ہدیٰ ہیں۔ لیکن ہم میں سے کون اپنے مذہب کی تصویب و تائید میں کسر اٹھا رکھتا ہے اور حنفی مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے شافعی یا مالک یا احمد کے لئے اپنے زعم میں کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑتا ہے۔ اس پر سب ہنسنے لگے علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں میرا تو وہی خیال ہے جو فقہائے کرام نے مقلد کے عقیدے کی نسبت لکھا ہے کہ

اپنا امام جو مسئلہ بیان کرتے اس کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے صواب یحتمل الخطاء (یعنی جو ہمارے امام نے مسئلہ بیان کیا وہ صحیح اور درست ہے۔ ہاں اس میں خطا کا بھی احتمال ہے اور دوسرے امام نے جو کہا۔ خطاء و یحتمل الصواب یعنی وہ خطا ہے گو اس میں احتمال ثواب کا بھی قائم ہے کیونکہ معصوم ان میں سے کوئی نہیں۔ آخر میں مولوی حفظ الرحمن صاحب نے فرمایا کہ جمعیتہ العلماء اسلام محض ہماری جمعیتہ کے مقابلہ میں اس کو توڑنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ مناسب ہوگا کہ آپ کم از کم اس کی صدارت قبول نہ فرمائیں علامہ عثمانی نے فرمایا کہ میں نے ابھی صدارت کے قبول و عدم قبول کی نسبت کوئی باضابطہ فیصلہ نہیں کیا ہے۔ لیکن کل کے لئے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کیا کرونگا۔

نوٹ۔ لیکن اس کے بعد علامہ عثمانی نے کل ہند جمعیتہ العلماء اسلام کے ناظم کے تار کے جواب میں باضابطہ صدارت کی منظوری کا تار روانہ فرمایا ہے (نقلہ الحمد مرتب)

جب یہ حضرات علامہ عثمانی سے رخصت ہونے لگے۔ مولانا احمد سعید صاحب نے دریافت فرمایا کہ آپ کو حضور نظام نے حیدر آباد بھی تو بلایا تھا آپ حیدر آباد کب تشریف لیجائینگے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ میں نے حضور نظام کو لکھا ہے کہ ابھی دو تین ماہ تک مجھے یہاں بغرض علاج قیام کرنا ہے۔ سردی کم ہونے پر اگر اجازت ہو تو حیدر آباد آؤں۔ اب حضور نظام پر موقوف ہے کہ اگر اسکے باوجود انہوں نے مجھے طلب فرمایا تو مجھ کو بہر حال جانا پڑیگا۔ اور اگر اجازت دیدی تو ٹھہر جاؤں گا۔

(الحمد للہ اس تحریر کے مرتب کرنے کے وقت ہی حضور نظام کے چیف سیکریٹری کا تار بنام علامہ عثمانی پہونچ گیا کہ آپکو فروری تک قیام کی اجازت ہے۔ مرتب)

چلتے چلتے وفد کا منشاء یہ معلوم ہوتا تھا کہ جو تحریرات آپکی شائع ہو چکی ہیں وہ بیان مسئلہ کے لئے کافی ہیں۔ اب اگر یکسوئی اختیار کرلی جائے تو کیا بہتر ہوگا۔ لیکن علامہ عثمانی نے فرمایا کہ جس چیز کو میں حق سمجھتا ہوں ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں میرے لئے سکوت کیسے مناسب ہے

اسکے بعد وفد رخصت ہوگیا۔ یہ تمام گفتگو نہایت خوشگوار فضا میں ہوئی۔ کسی موقع پر بھی بحمد اللہ ادنی اتلخی پیدا نہ ہوئی۔ جب یہ تاریخی مجلس برخاست ہونے لگی تو علامہ عثمانی نے اپنے یہاں آنیوالے علمار کے احترام میں اتنا فرمایا کہ یہ سلسلہ گفتگو آخری سلسلہ نہیں ہے پھر جب چاہیں گفتگو کر سکتے ہیں۔ جانبین کو موقع غور وفکر کا حاصل ہے اب تک کی صورت حال یہ ہے کہ آپ اپنی جگہ قائم ہیں اور میں اپنی جگہ پر رہا۔ اسکے بعد مجلس برخاست ہوگئی۔ شرعی حیثیت سے مسائل حاضرہ پر جمعیتہ العلماء ہند کے وفد کی طرف سے کوئی کلام نہیں ہوا۔

غالباً یہ حضرات یہ سمجھ کر آئے تھے کہ علامہ عثمانی کی سیاسی معلومات کم ہونگی تو ہم اپنے بیان کردہ واقعات سے علامہ موصوف کی رائے کو متاثر کر دینگے۔ شرعی حیثیت سے گفتگو کو تو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اس پر ہم آپ سے کیا بحث کرتے۔ لیکن اس مکالمہ سے غالباً ان پر یہ حقیقت بھی روشن ہوگئی کہ علامہ عثمانی کی معلومات شرعیہ جہاں بے پناہ ہیں وہاں سیاسی حذاقت بھی اس سے کچھ کم نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ علامہ عثمانی نے مسئلہ پاکستان کو اپنی گفتگو میں اس طرح سے منقح کیا کہ جو لوگ سیاسی ہیں جب اس مکالمہ کو سنتے ہیں تو وہ خود بھی تنقیح مسئلہ کے اس انداز پر عش عش کرتے ہیں۔ مرتب یہ مکالمہ مصدقہ و مرقمہ علامہ عثمانی ہے۔

مہدی

ایم - اسلم

وہ طرفہ تر داستان اور سرزمینِ مصر کا ایک زبردست تاریخی ناول ہے جس کی پانچ جلدوں کے اندر ملتِ بیضا کی شوکت و عظمت اور مصریوں کی جنگِ آزادی کی پوری داستان درج ہے ملک کے نامور ادیب جناب ایم - اسلم نے اپنے جادو نگار قلم سے ایسے گل پھول کھلائے ہیں - جنکی مہک سے مشامِ جان تازہ ہوتی ہے مصر کے سیاسی مطلع پر مہدی کا ظہور - مجاہدین اسلام کا شاندار اجتماع - قاہرہ میں کشت و خون - دردناک مناظر اور اہلِ مصر کا ماتم - مہدی کی بصیرت افروز اور حمیتِ دینی کو جوش میں لانے والی تقریریں ایک فرنگی دوشیزہ کی عیارانہ چالیں - عربی حسینہ کے بھیس میں مہدی سے شادی کرنا اور انگریزی حکام سے مہدی اور مجاہدین کے خلاف سازباز - تاریخ کیا تھی حسن و عشق کی گرمیوں کا ایک دلگداز اور جانسوز افسانہ - چالیس ہزار مجاہدین کے ہمراہ مہدی کا قاہرہ کی طرف کوچ - حق و صداقت کا بول بالا - مجاہدین اسلام کا شاندار ایثار ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را — گاہے گاہے باز خوان ایں قصۂ پارینہ را

ہاشمی بک ڈپو - لاہور